

اخلاقی اقدار

اجتماعی عدل اور مساوات

(معاشرے اور ان کے اداروں کے محافظ)

اخلاق انسانیت کا وہ جوہر خاص ہے جس کے بغیر نہ کوئی فرد اچھا انسان بن سکتا ہے اور نہ مثبت بنیادوں پر کوئی معاشرہ پروان چڑھ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدائے برتر کے برگزیدہ بندوں نے بنی نوع انسان کو سنوارنے کا بیڑا اٹھایا تو اسی کی ہدایات کے مطابق افراد سے مخاطب ہو کر انہیں اخلاقی تعلیمات دیں۔ انہیں اندر سے بدلا اور پھر ان افراد نے جماعت کی شکل اختیار کی تو پورے معاشرے کو بدل ڈالا۔

تاریخ کے مختلف ادوار کا جائزہ لیں یا آج کے دور میں افراد، قوموں اور ملکوں کے باہمی تنازعات، جھگڑوں اور چپقلش کی وجوہات پر غور کریں تو یہ حقائق سامنے آتے ہیں کہ انسانی تعصبات ان سارے فسادات کی جڑ ہیں۔ انسان نے رنگ، نسل، زبان اور قومیت کی بنیاد پر اتنے فتنے کھڑے کیے ہیں کہ چاند پر کندیں ڈالنے اور ترقی کی انتہا تک پہنچنے کے باوجود انسانیت کے دکھوں میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ امیر اور غریب کے لیے انصاف کے پیمانے الگ الگ ہونے سے اجتماعی عدل اور انسانی مساوات کے تصورات کو نقصان پہنچا ہے۔

اخلاقی اقدار، خاص طور پر ایسی اقدار جو مذہبی تعلیمات سے اخذ کی گئی ہیں۔ ان پر دنیا میں جہاں کہیں بھی عمل ہوا وہاں امن و آشتی، سماجی انصاف اور انسانی مساوات کا دور دورہ رہا ہے۔ مختلف مذاہب میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ آقا و غلام کا فرق مٹ گیا اور رنگ، نسل اور قومیت کی ساری تفریق جاتی رہی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیدنا بلال کہہ کر پکارتے تھے۔ اجتماعی عدل کے لیے آج بھی ایسی ہی اخلاقی تعلیمات کی ضرورت ہے۔

اجتماعی عدل اور انسانی مساوات کسی بھی معاشرے اور اس کے اداروں کے تحفظ میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ جن معاشروں میں عدل و انصاف کا بول بالا ہو وہاں لوگوں کے قلبی اطمینان کی وجہ سے ترقی کی رفتار بڑھ جاتی ہے۔ اس سے خوش حالی آتی اور امن و امان قائم رہتا ہے جبکہ امن اور سکون کی وجہ سے ایسے معاشرے تادیر قائم رہتے ہیں۔ اس کے برعکس جہاں جنس، نسل، رنگ اور قومیت کے امتیازات زیادہ ہو جائیں وہاں لوگوں کے دلوں سے ایک دوسرے کا احترام اٹھ جاتا ہے۔ اخلاقیات کمزور ہو کر ختم ہو جاتی ہیں، نیز نفرتیں اور کدورتیں بڑھ جاتی ہیں۔ آپ جانتے ہیں صرف رنگ و نسل کے امتیاز نے ٹیلن منڈیلا کو 27 سال تک جیل کی تک و تاریک کوٹھڑیوں میں رکھا اور اب بھی دنیا میں لاکھوں انسان تعصبات کا شکار ہیں۔

جنس کی بنیاد پر مرد و عورت میں امتیاز برتا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ ایک حیاتیاتی عنصر ہے۔ اگرچہ عورت اور مرد کی جسمانی ساخت اور مزاج میں فرق ہے۔ قوت اور قوتِ کار کا فرق ہے اور ان کے دائرہ کار میں بھی فرق ہے لیکن اسے بنیاد بنا کر ترقی کے مواقع نہ دینا انصاف کے

خلاف ہے۔ مغرب میں عورت کو آزادی رائے، ترقی، حرکت اور روزگار کے یکساں مواقع میسر ہیں لیکن کوئی عورت اب تک امریکہ کی صدر منتخب نہیں ہو سکی۔ روزگار کے یکساں مواقع ملنے کے باوجود اعلیٰ دماغی صلاحیتوں کے کاموں میں وہ مردوں سے پیچھے ہے اور سائنس دانوں، فلسفیوں اور ادیبوں میں خواتین کی تعداد برابر نہیں۔ اس کے باوجود انہیں انتخابات میں حصہ لینے، کسی بھی شعبہ حیات میں آگے بڑھنے، دولت، قوت اور مراعات کے حصول کی مکمل آزادی ہے اور اس میں کوئی تعصب روا نہیں رکھا جاسکتا۔ جنس کی بنیاد پر امتیاز روا رکھنا نہ صرف قانوناً غلط ہے بلکہ اخلاقی تقاضوں کے بھی سراسر خلاف ہے۔

اخلاقی تعلیمات نفرت اور تعصب سے دور رہنے کا سبق دیتی ہیں۔ انسان نے جب سے مذہبی اور اخلاقی اقدار کو بھلا دیا ہے اس وقت سے تعصبات بڑھ گئے ہیں۔ اجتماعی شعور کی بیداری اور تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود انسان ایک دوسرے کو تباہ کر رہے ہیں۔ جنگ عظیم دوم میں نازیوں نے نسلی تعصبات کی بنیاد پر دنیا کو روند ڈالا۔ افریقی نسل کے نیکرو افراد کو دو سو سال امریکی غلامی میں گزارنا پڑے اور جنوبی افریقہ کی گوری اقلیت طویل عرصے تک کالوں کی اکثریت پر جبر سے حکمران رہی۔ اسی طرح لسانی تعصب کی وجہ سے ایک دوسرے کی جان تک لینے سے گریز نہیں کیا جاتا۔ ان تمام نفسی بیماریوں کا علاج صرف اخلاقی تعلیمات سے ممکن ہے۔

تمام مذاہب اجتماعی عدل اور انسانی مساوات پر زور دیتے ہیں۔ مذہب تقدس کا حامل ایک سماجی ادارہ ہے جو سماج پر بہت سے اثرات مرتب کرتا ہے۔ یہ تعصبات اور طبقاتی کشمکش کی جڑیں کاٹتا ہے اور معاشرے میں اس سے امن اور خوش حالی آتی ہے۔ البتہ مختلف مذاہب میں فاصلہ بڑھ جائے یا رواداری ختم ہو جائے یا عوام مذاہب کی روح کے مطالبے سمجھنے سے قاصر ہوں تو مذہبی تعصب اجتماعی عدل میں رکاوٹ بنتا ہے اور انسانوں میں انتہا پسندی کو پروان چڑھاتا ہے۔

مختلف مذاہب نے اجتماعی عدل پر زور دیا ہے۔ یہودی عالم جو ناتھان ساکس کے مطابق اجتماعی عدل کو یہودی مذہب میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اسی طرح عیسائیت کی سماجی تعلیمات میں اجتماعی عدل کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ کیتھولک چرچ کی تاریخ میں بھی اجتماعی عدل کو بلند مقام حاصل رہا ہے اور اس کی تعلیمات کا نچوڑ یہ ہے کہ اجتماعی عدل سے ہی قومیں زندہ رہتی ہیں۔ یہاں تک کہا گیا کہ گرجا گھر کی ذمہ داری ہے کہ وہ مہذب معاشرے (Civil Society) میں سماجی انصاف کے لیے اپنا کردار ادا کرے۔ سکھ مذہب انسانی خدمت اور باہمی مساوات پر بہت زور دیتا ہے۔

اسلام نے اجتماعی عدل اور انسانی مساوات کو نہ صرف تعلیمات میں سمویا بلکہ اسے عبادت کا درجہ دیا ہے۔ مالدار اور نادار کا فرق کم کرنے اور دولت کی ذخیرہ اندوزی روکنے کے لیے زکوٰۃ اور عشر کی ادائیگی فرض قرار دی ہے۔ صدقات و خیرات کی ادائیگی کو اعلیٰ درجہ کا عمل قرار دیا۔ لڑکیوں کو وراثت کا حق دار بنایا گیا اور سود سے منع کر کے معاشی استحصال کا راستہ روک دیا گیا۔ اسلام کے نظام عبادت میں چھوٹے بڑے کی تفریق کو ختم کیا گیا ہے خانہ خدا میں جو پہلے آئے وہ آگے جگہ پائے گا خواہ کوئی بھی ہو۔ وہ تمام انسانوں کو آدم کی اولاد کہہ کر انسانی مساوات پر زور دیتا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے اپنے آخری خطبے میں رنگ و نسل اور قومیت کی جڑ کاٹنے ہوئے فرمایا کہ کسی گورے کو کالے اور کسی عربی کو عجمی پر اور نہ ہی کسی عجمی کو عربی پر کوئی فوقیت حاصل ہے نفیلت تو صرف پرہیزگاری کی بنیاد پر ملتی ہے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف

غریبوں، یتیموں، یتیموں اور بے سہارا لوگوں کی مدد کا حکم دیا بلکہ خود اس کا عملی نمونہ بھی پیش کیا۔

صرف اسلام ہی نہیں دوسرے مذاہب بھی اخلاقی اقدار کے لیے ہمیشہ سے کوشاں رہے ہیں۔ مسیحیت نے خدمتِ خلق خصوصاً یتیموں کے علاج اور دیکھی انسانیت کی خدمت کے لیے روشن مثالیں قائم کی ہیں اور اس سلسلے میں وہ کالے یا گورے کی تمیز روا نہیں رکھتے۔ دور کیوں جائیں مدرٹریا نے ہندوستان میں جڈامیوں کے علاج کے لیے ہسپتال بنوائے اور انہوں نے ساری زندگی ناداروں اور ایسے طبقے کے لیے وقف کر دی جن کے کوئی قریب نہیں آتا تھا۔ اسی طرح سکھ مذہب میں غریبوں اور دیگر لوگوں میں پرشاد تقسیم ہوتا ہے تو اس میں مذہب، رنگ و نسل یا قومیت کی کوئی تمیز نہیں کی جاتی۔

سماجی انصاف کی اعلیٰ مثالوں میں ایک واقعہ خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور کا ہے۔ ایک قبائلی سردار نے اسلام قبول کیا اور بیت اللہ کے طواف کے دوران میں ایک بدو کا پاؤں اس کے احرام پر آ گیا۔ سردار نے طیش میں آ کر اسے تھپڑ مارا۔ مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے سردار کو اسی طرح بدو سے تھپڑ رسید کروایا۔ وہ سردار سماجی انصاف کو برداشت نہ کر سکا اور اسلام سے منحرف ہو گیا لیکن خلیفہ وقت نے اس کی کوئی پروا نہ کی۔

یہ اخلاقی اقدار افراد اپناتے ہیں اور افراد کا اخلاقی عمل معاشرے میں رونما ہوتا ہے۔ اس طرح اخلاقی اقدار فرد سے معاشرے میں اور معاشرے سے اقوام میں مقبول اور رائج ہوتی رہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام مذاہب کے اولین مخاطب افراد ہوتے ہیں اور وہ اپنا سارا اخلاقی نظام افراد پر نافذ کرتے ہیں۔



معاشرتی ادارے

دنیا میں جہاں کہیں ظلم ہو، تعصبات بڑھ جائیں یا انسانی مساوات کو ملیا میٹ کر دیا جائے، تو سمجھ لیں کہ وہاں انسان اخلاقی اقدار سے عاری ہو چکا ہے۔ ظلم حد سے بڑھتا ہے تو اسی معاشرے سے کچھ لوگ حالات کا رخ بدلنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور یہ بات طے ہے، کہ کوئی معاشرہ اچھے انسانوں سے بالکل خالی نہیں ہوتا۔ البتہ اجتماعی عدل کا قیام اور انسانی مساوات قائم کرنے کے لیے ادارے ضروری ہوتے ہیں۔ آج بھی معاشرے میں حکومتی، غیر حکومتی اور بین الاقوامی سطح پر ایسے ادارے قائم ہیں جو اجتماعی عدل اور انسانی مساوات کے لیے کوشاں ہیں۔

ریاستی ادارے:

ریاستی ادارے کسی ملک کے اندر قانون کی حکمرانی قائم کر کے سماجی انصاف اور انسانی مساوات قائم کرتے ہیں۔ ان میں مقتضہ قانون ساز ادارے ہوتے ہیں۔ ملک میں جمہوریت ہو تو عوامی مطالبات اور عدل و انصاف کے مطابق قانون سازی کی جاتی ہے لیکن کبھی کبھی حکمران طبقہ خود ایک فریق بن جاتا ہے مثلاً فیوڈل لارڈز اکثریت میں ہوں تو ایسے قوانین بناتے ہیں جو انہیں راس آتے ہیں۔ امیر اور غریب کا تفاوت بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح انتظامیہ اگر اخلاق سے عاری ہو تو رشوت اور سفارش کا دور دورہ ہے اور وہ انصاف نہیں کر پاتی۔ عدلیہ کا کردار سماجی انصاف اور انسانی مساوات قائم کرنے کے لیے ہی ہوتا ہے لیکن معاشرے کا بگاڑ زیادہ ہو اور آدے کا آوا بگڑ جائے تو حالات اس کے قابو میں آسانی سے نہیں آتے۔

یہ ادارے رنگ، نسل اور قومیت کے امتیازات کو نہیں برت پاتے، کہ ملک کے اندر اور بین الاقوامی سطح پر انسانی حقوق کی تنظیمیں جاگ رہی ہوتی ہیں۔ البتہ تیسری دنیا کے نادار ملک جہاں جہالت بھی ہے اور عوام اپنے حقوق کا حقیقی شعور بھی نہیں رکھتے، وہاں طبقاتی کشمکش میں عدل اور مساوات کو نقصان پہنچتا ہے۔ یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ بڑی بڑی آسامیوں پر بھرتی کرتے وقت مطلوبہ تعلیمی لیاقت دیکھنے کے علاوہ افراد کی اخلاقی ساکھ کا بھی کھوج لگایا جائے

مذہبی ادارے:

اخلاقی اقدار، مذہبی اقدار سے جنم لیتی ہیں۔ ان اقدار کی ترویج کے لیے مذہبی ادارے وجود میں آتے ہیں اور مذہبی ادارے ہی معاشرے یا ملک کے اندر اجتماعی عدل اور انسانی مساوات کے قیام میں ہمیشہ فعال رہے ہیں۔ مغرب میں گر جاگھر کا کردار نمایاں رہا لیکن جب ریاست سے اس کا عمل دخل ختم ہو گیا، تو وہ فعال نہیں رہا۔ البتہ عوامی سطح پر غیر حکومتی اداروں میں اب مذہبی طبقہ آگے آگے ہے اور خدمت خلق کے لیے سرگرم ہے۔

اسی طرح مسجد، مندر، گوردوارے، مزارات اور دینی مدارس کا اپنا ایک کردار ہے۔ یہ ادارے نظام عبادات میں کامل مساوات کا

اہتمام کر کے لوگوں کو عملاً مساوات کی تعلیم و تربیت دیتے ہیں۔ اس لیے دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کی عبادت گاہیں، دفاتر، تنظیموں اور اداروں سے وابستہ لاکھوں افراد سماجی انصاف کے لیے کوشاں ہیں۔ تاہم ضرورت ہے کہ ان اداروں کو تعصبات سے پاک رکھا جائے اور یہ فرقہ واریت سے بالاتر رہیں۔

تعلیمی ادارے:

قوموں کی تعمیر و ترقی اور عدل و انصاف کے مستقبل قیام کے لیے تعلیمی اداروں سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں۔ ان اداروں کی تعلیم کے مقاصد میں اخلاقی اقدار کو سودیا جائے، تو نئی نسل کے اذہان کی تشکیل کے سانچے قائم ہو جاتے ہیں۔ جمہوری ریاستوں، کمیونسٹ ملکوں اور دیگر بہت سے معاشروں میں تعلیمی ادارے ایسے پیانے ہیں جو قوموں کے مزاج اور اخلاقیات کی نشان دہی کرتے ہیں۔

ان اداروں میں قانون رنگ، نسل، قومیت کا امتیاز منع ہے اور داخلے پر کسی بھی فرد کے لیے کوئی پابندی نہیں۔ البتہ نیشنل منڈیلا کی طالب علمی کی آپ بیتی سے معلوم ہوتا ہے کہ عملاً ایک حد تک اب بھی تعصبات موجود ہیں۔ مغرب میں بھی ایسے تعلیمی ادارے ضرور ہیں جہاں ایک غریب بچے کے لیے عملاً داخلہ مشکل ہوتا ہے۔

سماجی ادارے:

ان اداروں میں حکومتی اور غیر حکومتی (NGOs) دونوں قسم کے ادارے شامل ہیں جیسے ایڈمی ٹرسٹ، سہارا ٹرسٹ، خواتین کی تنظیمیں، تجارتی، معاشی، سیاسی اور خدمتِ خلق کے ادارے وغیرہ۔ ان کے قیام کا بنیادی مقصد عوام کو ان کے حقوق دلانے میں مدد دینا ہے۔ ان سب کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ رنگ، نسل، وطن اور قومیت سے بالاتر ہو کر عوامی خدمات سرانجام دیں۔ یہ ادارے کہیں کہیں تعصبات کا شکار یا مفادات کے لیے کوشاں بھی نظر آتے ہیں لیکن مجموعی طور پر یہ ایسے سماجی دباؤ کے مراکز ہیں، جن کا کام بھلائی اور خدمت کو آگے بڑھانا ہے۔ اخلاقی تربیت سے یہ ادارے اور بہتر ہو سکتے ہیں۔

مستقبل کی روشنی:

عدل و مساوات کے قیام کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ افراد، اقوام اور بین الاقوامی ادارے اخلاقیات سے انحراف کیوں کرتے ہیں یعنی اس سنگین نا انصافی کی جڑیں کہاں کہاں ہیں تاکہ ان کا قلع قمع کیا جاسکے۔

دنیا بھر کے عدل پسند لوگ یہ جانتے ہیں، کہ انسان انا پرست ہے اور تعصب کہیں نہ کہیں اس کے ضمیر میں موجود ہے۔ تعلیم کے عام ہونے بلکہ ترقی کی معراج پالنے اور چاند پر کنڈیں ڈالنے کے باوجود زیادہ با وسائل قومیں اب بھی انصاف کے تقاضوں اور مساوات کے ضابطوں کو پامال کرتی نظر آتی ہیں۔ بڑے بڑے بین الاقوامی ادارے عدل قائم کرنے میں ناکام ہیں اور آج بھی انسان عدل و انصاف کے حصول کو ترس رہا ہے۔

ان تمام دکھوں کا مداوا اخلاقی اقدار کو صدقہ دل سے قبول کرنے اور ان پر عمل کرنے میں مضر ہے۔ عمومی تعلیم کے ساتھ ساتھ اخلاقی تعلیم کا دائرہ وسیع کیا جائے۔

☆ وسائل کے حصول اور استعمال میں اقوام عالم اخلاقیات سے بالاتر نہ ہوں۔

☆ طمع، لالچ اور آسودگی میں انسان اس قدر کھو گیا ہے بلکہ اخلاقیات کی زبان میں لذت کے حصول کے نظریے کو اپنا کر خدائے برتر سے رشتہ توڑ بیٹھا ہے۔ اب وہ صرف اپنی ذات یا خاندان کے لیے جیتا ہے۔ ضروری ہے کہ اخلاقی دباؤ بڑھا کر اسے قائل کیا جائے کہ صرف اپنی ذات کے لیے جینا انسانیت کا معیار نہیں۔

☆ لوگ الفت محبت، یگانگت اور انسانیت کے درد سے نا آشنا ہو رہے ہیں اور تکلیف دہ بات یہ ہے کہ احساس زیاں بھی نہیں ہے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اس سنگ دلی سے نجات اور انسانی دکھوں کے مداوے کے لیے ضروری ہے کہ اخلاقی تعلیمات کو عام کیا جائے۔

مشق

(الف) مفصل جوابات لکھیں۔

- 1- اجتماعی عدل اور انسانی مساوات معاشرے اور ان کے اداروں کے محافظ کیوں کہلاتے ہیں؟
- 2- اجتماعی عدل کے قیام میں تعلیمی اور مذہبی اداروں کے کردار متعین کریں۔
- 3- افراد، اقوام اور بین الاقوامی ادارے عدل و مساوات کے قیام سے انحراف کیوں کرتے ہیں اور مستقبل میں اس کا سد باب کیسے ممکن ہو گا؟

(ب) مختصر جوابات لکھیں۔

- 1- بڑے بڑے تعصبات اور امتیازات کون کون سے ہیں؟
- 2- اجتماعی عدل کے لیے کون سی چیز زیادہ موثر ہو سکتی ہے؟
- 3- کون سا ادارہ سماجی عدل اور انسانی مساوات میں زیادہ کردار ادا کر سکتا ہے؟
- 4- ریاستی ادارے جو اجتماعی عدل کے ضامن ہو سکتے ہیں وہ کون کون سے ہیں؟
- 5- کون سی تعلیم رنگ و نسل کے امتیازات کم کرنے میں مدد دے سکتی ہے۔

(ج) مختصر جوابات لکھیں۔

- 1- انسانیت کا جوہر خاص ہے۔
- (1) تعلیم (ب) معیشت (ج) اخلاق (د) مساوات
- 2- عدل کے قیام کے لیے ضروری ہے۔
- (1) قانون (ب) اخلاقی تعلیم (ج) انتظامیہ (د) عدلیہ
- 3- سماجی انصاف کی مثالیں میں موجود ہیں۔
- (1) اسلام (ب) مسیحیت (ج) بدھ مت (د) الف، ب، ج
- 4- اجتماعی عدل اور انسانی مساوات کی راہ میں رکاوٹ ہے۔
- (1) تعصبات (ب) نظریہ لذت (ج) اخلاقی تعلیم کا فقدان (د) الف، ب، ج
- 5- موجودہ دور میں نا انصافیوں کی اہم ترین وجہ ہے۔
- (1) لالچ (ب) الفت و محبت کی کمی (ج) احساسِ زیاں کا فقدان (د) طاقت کا نشہ
- (د) خالی جگہ پُر کیجیے۔

- 1- جنس ایک عنصر ہے۔
- 2- مسیحیت میں دوسروں سے آگے ہے۔
- 3- معتقد کا کام ہے۔
- 4- وسائل کے حصول اور میں اقوام اخلاقیات سے عاری ہیں۔
- 5- تعلیم یافتہ انسان بھی تعلیم کی کمی کی وجہ سے تعصبات کا شکار ہے۔
- (ه) طلبہ کے لیے سرگرمیاں:

- 1- اجتماعی عدل کے موضوع پر ایک گروہی مباحثہ کیجیے۔
- 2- اپنے ادارے میں عدم مساوات کے عناصر کی نشان دہی کیجیے۔
- 3- آپ مساوات اور عدل کے لیے کیا کچھ ضروری سمجھتے ہیں، ایک صفحے کا نوٹ لکھیے۔
- (و) اساتذہ کے لیے ہدایات:

- 1- ”ہمارا انصاف ادارے تک“ اس موضوع پر طلبہ کو بتائیے کہ تعلیمی ادارے میں اجتماعی عدل اور انسانی مساوات کی بنیادیں کیسے مستحکم ہوتی ہیں۔



کام کی جگہ پر وقت اور پابندی وقت کی اہمیت

وقت دو قیمتی متاع ہے، جو تمام انسانوں کو برابر عطا کی گئی ہے۔ یہ دولت نہ ذخیرہ کی جاسکتی ہے اور نہ اس کے آگے روک لگائی جاسکتی ہے۔ جو لوگ اس کی اہمیت سے واقف ہیں وہ فائدہ اٹھا کر ترقی کرتے اور نام پیدا کرتے ہیں۔ جو اس کی افادیت نہیں جانتے وہ اسے ضائع کرتے ہیں۔ جب یہ گزر جاتا ہے تو سوائے پچھتاوے کے کچھ باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ گیا وقت کبھی واپس نہیں آتا۔

وقت ہی زندگی کا دوسرا نام ہے۔ اس کی قدر و قیمت کا ادراک ہو تو انسان اس سے فائدہ اٹھا کر اس دنیا میں سہولتیں حاصل کرتا ہے، عزت و وقار سے جیتا ہے اور جب روزِ حساب اس سے سوال کیا جائے گا، کہ وقت یا زندگی کیسے گزاری؟ تو اس کے لیے جواب دینا بھی آسان ہوگا۔ یاد رہے کہ ایک آدمی کی ذاتی زندگی میں اس کی جتنی اہمیت ہے قومی اور اجتماعی زندگی میں بھی یہ اتنا ہی اہم ہے۔ تو میں اسی کی قدر و قیمت جان کر ترقی کرتی اور عروج حاصل کرتی ہیں۔ کام کی جگہ پر خواہ وہ دفتر ہو یا کارخانہ اور کمپنی ہو یا ادارہ وقت ہی سب سے قیمتی متاع ہوتی ہے۔

وقت سے استفادے کی بہترین صورت اور عملی پہلو پابندی وقت ہے۔ ہم غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ سارا کارخانہ قدرت وقت کا پابند ہے۔ سورج وقت پر طلوع اور وقت پر غروب ہوتا ہے۔ سیاروں کی گردش، موسموں کا ادول بدل الغرض کائنات کا سارا نظام وقت اور نظم کا پابند ہے۔ اگر اس نظام میں ذرا سا فرق آجائے تو سونامی جیسے طوفان اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اسی طرح تمام مذاہب میں عبادات کے اوقات مقرر ہیں اور وقت پر کی گئی عبادت ہی عبادت کہلاتی ہے۔ جب کائنات کا ہر ذرہ وقت اور نظم کا پابند ہے تو اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ کوئی بھی کام بہتر طور پر سرانجام دینے کے لیے وقت کی پابندی از بس ضروری ہے۔

اگر ہم کسی کمپنی، کارخانے، دفتر یا ادارے میں ملازم ہیں یا طالب علم ہیں تو ہمارے لیے لازم ہے کہ ہم کام کی جگہ پر نہ صرف پہنچنے میں وقت کے پابند ہوں، بلکہ مقررہ اوقات میں اپنی اپنی ذمہ داریاں بھی پوری کریں۔ اور وہی کام کریں جو ہمیں تفویض ہوا ہے۔ بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ کام کے آغاز سے قبل چائے یا کافی پیتے ہیں، مگر یہ سب کچھ کام کی جگہ پر مقررہ اوقات سے پہلے ہونا چاہیے۔ اگر بہت سے کارکن یہ طریقہ کار بنالیں کہ یہ کام کے اوقات میں چائے یا کافی پیئیں اور سال بھر ایسا ہوتا رہے تو کمپنیاں، کارخانے، ادارے اور درس گاہیں اپنے مقاصد حاصل نہیں کر پائیں گی۔ ہمارے مشاہدے کے مطابق ملازمین کے روزانہ دس پندرہ منٹ ضائع کرنے سے ایک بڑا نقصان ہوتا ہے۔

کام کی جگہ پر وقت کی پابندی ہمارے عزت و وقار میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔ جو لوگ ہر روز مقررہ اوقات سے دس منٹ پہلے پہنچتے ہیں اور عین چھٹی کے وقت یا اس سے چند منٹ بعد کام کی جگہ چھوڑتے ہیں تو ان کے افسران بالا اس پابندی وقت سے ان کے بارے میں عمدہ رائے قائم کرتے ہیں۔ ان کے رفتائے کار انھیں قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ عام زندگی میں بھی ان کی اس خوبی کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

ہر کام بروقت پورا کیا جائے تاکہ ہم چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر قابو پا سکیں۔ آخری وقت پر کام کرنے سے بہت سے تقاضے پورے نہیں

ہوتے۔ کبھی بنیان پہننا بھول گئے، کبھی جراثیم الٹی پہن لیں اور کبھی شناختی کارڈ یا موبائل فون گھر بھول آئے۔ اس سے بھی بڑی بات یہ کہ وہ کام کی جگہ پر دیر سے پہنچتے ہیں تو ان کی ساکھ کو نقصان پہنچتا ہے۔ اگر بار بار ایسا ہو تو ملازمت بھی خطرے میں پڑ جائیے۔ اچھے اداروں کے منتظم کارکنوں اور ملازمین کو رعایتیں اور مراعات دیتے ہیں مگر وقت کی پابندی پر کوئی سمجھوتہ نہیں کرتے۔

کام کی جگہ پر وقت کی پابندی کرنے والے لوگ نہایت خاموشی سے اپنے کارخانے، کمپنی ادارے اور تنظیم کے منتظمین کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ وہ راست باز، دیانتدار، قابل اعتماد اور ذمہ دار انسان ہیں۔ وہ ایسے ادارے سے ذہنی طور پر ہم آہنگ ہیں اور اس کے وفادار بھی۔ وقت کی یہ پابندی ان کے لیے ترقی کی راہیں کھول دیتی ہے۔ پابندی وقت نہ صرف ایک اچھی عادت ہے بلکہ عمدہ انسانی کردار کی شناخت بھی ہے۔ مزید برآں وقت کی پابندی انسانی اخلاق پر مثبت اثرات مرتب کرتی ہے اور اسے اپنے گھر، شہر اور وطن کے معاملات میں وقت کا پابند رہنے کا سبق دیتی ہے۔

مشق

(الف) مفصل جواب لکھیں۔

1- ”وقت کی قدر و قیمت“ پر ایک مضمون لکھیں جو کم از کم دو صفحات پر مشتمل ہو۔

(ب) مختصر جوابات لکھیں۔

1- اللہ تعالیٰ نے کون سی نعمت تمام انسانوں کو برابر دی ہے؟

2- وقت سے استفادے کی عملی صورت کیا ہے؟

3- کام کی جگہ پر روزانہ چند منٹ ضائع ہوں تو اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟

4- کام کی جگہ پر تاخیر سے پہنچنے سے سب سے بڑا نقصان کیا ہوتا ہے؟

5- وقت کی پابندی ایک فرد کی ترقی کے لیے کیا کردار ادا کرتی ہے؟

(ج) درست جواب کو نشان (✓) لگائیے۔

1- انسانی ناموری اور عظمت کا راز..... میں مضمر ہے۔

(ا) شہرت (ب) دولت (ج) وقت سے استفادے (د) پابندی وقت

2- کام کی جگہ پہ وقت کی پابندی نہ کرنے سے زیادہ نقصان..... کا ہوتا ہے۔

(ا) کمپنی (ب) ملازم (ج) عزت نفس (د) عوام

3- پابندی وقت سے..... ہوتا ہے۔

(ا) مالی فائدہ (ب) عزت اور اعتماد میں اضافہ (ج) ساکھ بہتر (د) الف، ب، ج

4- ہر کام کو آخری لمحوں تک ٹالنے سے

(ا) ہمیشہ کام تکمیل رہتا ہے (ب) افراتفری میں کچھ اور باتیں بھول جاتے ہیں

(ج) تاخیر ہو جاتی ہے (د) الف، ب، ج

(د) خالی جگہ پُر کریں۔

1- زندگی..... کا دوسرا نام ہے۔

2- عبادات کے..... مقرر ہیں۔

3- کائنات کا ہر ذرہ نظم اور..... کا پابند ہے۔

4- جائے کار پر وقت کی پابندی آپ کی عزت اور..... میں اضافہ کرتی ہے۔

5- پابندی وقت انسان کے عمدہ..... کی شناخت ہے۔

(و) طلبہ کے لیے سرگرمیاں:

1- تمام طلبہ ایک ڈائری بنائیں جس میں روزمرہ کے امور اور ان پر پابندی سے عمل کے اوقات درج کریں۔ عبادات، نیند،

سیر اور گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹانے اور ہر مضمون کو مناسب وقت دیا جائے، ہفتے بعد جائزہ لیں کہ کیا آپ ہر کام وقت پر کرتے رہے ہیں؟

2- تمام طلبہ مل کر ایک طالب علم کی چوبیس گھنٹوں کی مصروفیات کا نظام الاوقات بنائیں۔

(و) اساتذہ کے لیے ہدایات:

1- نظم و ضبط اور پابندی وقت پر تمام طلبہ سے عمل کرائیں۔

2- تاخیر سے آنے والوں کا وقت نوٹ کریں اور انہیں آگاہ کریں کہ آج دیر سے آنے سے آپ کا کتنا نقصان ہوا ہے۔

